فکرونظر

قسط (۱)

علماء کرام کے نام پیغام

تحریر: الاستاذ مصطفیٰ سباعیؒ (ترجمہ) مولانا عبدالغفار حسنؒ

علماء حق کے اوصاف قرآن مجید کی روشنی میں: ﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾ [فاطر: ۲۸] ''اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔'' ﴿واذ اخذ اللہ میثاق الذین أوتوا الکتب لتبیننه للناس ولا تکتمونه فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا به ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون﴾ [آل عمران: ۱۸۷] ''(اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے عہد لیا جو کتاب دیئے گئے تھے کہ تم اسے لوگوں کیلئے ضرور ہی بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں تو انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا اور اس کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کی، پھر برا ہے جو وہ کاروبار کرتے ہیں۔''

علماء حق کا کردار حدیث نبویؐ کی روشنی میں:

۱۔ (واذا أراد اللہ بعبد خیرًا فقھه فی الدین وألھمه رشدہ) [رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر] ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کے فہم سے نوازتا ہے اور دین کی سمجھ اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔''

۲۔ (العلم علمان: علم فی القلب فذاک العلم النافع، و علم علی اللسان، فذاک حجة اللہ علی ابن آدم) [رواہ الخطیب فی تاریخه وابن عبدالبر عن الحسن مرسلاً] ''علم کی دو قسمیں ہیں: (الف) علم جو دل کی گہرائیوں میں اترا ہوا ہوتا ہے یہی نفع بخش علم ہے۔ (ب) وہ علم جو صرف زبان کی سطح پر ہوتا ہے یہ ایسا علم ہے جس سے انسان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی ہے۔''

۳۔ (من تعلم علماً مما یبتغی به وجه اللہ تعالیٰ لا یتعلمه الا لیصیب به عرضاً من الدنیا لم یجد عرف الجنة یعنی ریحھا) [ابوداؤد، ابن ماجہ] ''جو شخص کوئی ایسا علم سیکھتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے لیکن وہ اسے صرف اس لئے سیکھتا ہے کہ اس کے ذریعے سے دنیا کا سارا سامان سمیٹ سکے تو ایسا شخص جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔''

۴۔ (ما من رجل یحفظ علماً فیکتمه الا أتی یوم القیامة ملجوماً بلجام من نار)[ابن ماجہ] ''جو شخص علم رکھتے ہوئے اسے چھپاتا ہے تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے منہ پر آگ کی لگام لگی ہوئی ہوگی۔''

۵۔ (مثل الذی یعلم الناس الخیر و ینسی نفسه کمثل السراج یضئی للناس و یحرق نفسه)[طبرانی کبیر] ''اس شخص کی مثال جو لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے اور خود اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس چراغ کی سی ہے جو لوگوں کیلئے روشنی فراہم کرتا ہے اور خود اپنے آپ کو جلاڈالتا ہے۔''

۶۔ (انی لا أتخوف علی أمتی مؤمناً ولا مشرکاً فأما المؤمن فیحجزه ایمانه، وأما المشرک فیقمعه کفره ولکن أتخوف علیکم منافقاً عالم اللسان یقول ماتعرفون و یعمل ماتنکرون)[طبرانی صغیر واوسط] ''آپؐ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر کسی مومن سے اندیشہ ہے اور نہ کسی مشرک سے خطرہ۔ مومن کا معاملہ تو یہ ہے اس کا ایمان اسے برائی سے باز رکھے گا اور مشرک تو اس کا کفر ہی اس کیلئے تباہی کا موجب ہوگا، ہاں مجھے اس منافق عالم سے اندیشہ ہے جس کی زبان پر اچھی باتیں ہیں اور اس کی عملی زندگی برائیوں سے بھرپور ہے۔''

صحابہؓ اور سلف صالحینؒ کے اقوال:

۱۔ (صنفان اذا صلحا صلح الناس الأمراء و الفقهاء)[الاصمعی] ''دو قسم کے لوگ ہیں ان کے درست ہونے سے لوگ درست ہوجاتے ہیں، حکام وقت اور علمائے دین۔''

۲۔ (أفتنی أیها العالم! فقال: انما العالم من اتقی الله)''امام شعبیؒ سے کہا گیا: اے عالم دین مجھے فتوی بتایئے! انہوں نے جواب میں کہا کہ بس عالم تو وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا۔''

۳۔ (لو أن أهل العلم صانوا العلم ووضعوه عند أهله لسادوا به أهل زمانهم ولکنهم بذلوه لأهل الدنیا لینالوا به من دنیاهم فهانوا علی أهلها)[عبداللہ بن مسعودؓ] ''اگر علماء علم کی حفاظت کرتے اور برمحل اس کا استعمال کرتے تو وہ اپنے زمانے والوں کے رہنما اور سربراہ ہوتے لیکن انہوں نے اسے دنیاوالوں کیلئے صرف کرڈالا تاکہ وہ ان کی دنیا میں سے کچھ پاسکیں نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ان کی نگاہوں میں ذلیل ہوکررہ گئے۔''

۴۔ (العالم اذا لم یعمل بعمله زلت موعظته من القلب کما یزل الماء عن الصفاء) [مالک بن دینار] ''عالم جب اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا تو اس کی نصیحت دل سے اس طرح پھسل جاتی ہے جس طرح پانی چکنے پتھر سے۔''

۵۔ (كان العلماء ربيع الناس اذا رآهم المريض لم يسره أن يكون صحيحاً واذا نظر اليهم الفقير لم يود أن يكون غنياً وقد صاروا اليوم فتنة للناس) [فضیل بن عیاض] ''پہلے زمانے میں علماء معاشرے کیلئے موسم بہار تھے جب انہیں کوئی بیمار دیکھ لیتا تو اسے اپنے تندرست ہونے کی کوئی ہوس نہ رہتی اور جب انہیں کوئی فقیر اور نادار دیکھ لیتا تو مالدار ہونے کی تمنا اس کے دل سے نکل جاتی لیکن اب یہ لوگ قوم کیلئے فتنہ بن گئے ہیں۔''

۶۔ (لأن تطلب الدنيا بأقبح مما تطلب الآخرة خير من أن تطلبها بأحسن مما تطلب به الآخرة) [محمد بن واسع] ''جو چیزیں آخرت طلبی کا ذریعہ ہیں ان میں سے کسی بہت ہی معمولی چیز کے عوض دنیا طلب کرنا اس بات سے بہتر ہے جو چیزیں آخرت طلبی کا وسیلہ ہیں ان میں سے بہتر شے کے بدلے دنیا کا سودا کیا جائے۔''

۷۔ (ان من شيوخي من استسقى بهم المطر ولا أقبل حديثهم. أى لغفلتهم فيأخذون من الكذابين) [مالک بن انس] ''میرے بعض اساتذہ ایسے بھی ہیں جن کے ذریعے بارش طلب کی جاتی ہے، لیکن میں ان سے حدیث کی روایت قبول نہیں کرتا یعنی اپنی سادگی اور غفلت کی بنا پر جھوٹے راویوں سے بھی حدیث نقل کر جاتے ہیں۔''

۸۔ (سئل المغيرة بن شعبة عن عمرؓ بن الخطاب فقال: كان والله أفضل من أن يخدع وأعقل من أن ينخدع وهو القائل، لست بخب والخب لا يخد عنى) ''کسی شخص نے حضرت عمرؓ کی سیرت کے بارے میں مغیرہ بن شعبہ سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: واللہ! وہ اس بات سے بالاتر تھے کہ کسی کو دھوکہ دیں اور وہ ساتھ ہی اتنے عقل مند بھی تھے۔ نہ میں دھوکے باز ہوں اور نہ کوئی فریب کار مجھے دھوکہ دے سکتا ہے۔''

۹۔ (سئل خالد بن صفوانؒ عن الحسن البصریؒ فقال! كان أشبه الناس علانيته بسريرته وسريرته بعلانيته وآخذ الناس لنفسه بما يأمر به غيره. ياله من رجل استغنى عما فى أيدى الناس، من دنياهم واحتاجوا الى مافى يديه من دينهم) ''امام حسن بصریؒ کے کردار کے بارے میں خالد بن صفوانؒ سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ ظاہر و باطن کی یکسائی میں نمایاں تھے ان کا ظاہر باطن کے مشابہ تھا اور باطن ظاہر سے ملتا تھا جس بات کا دوسروں کو حکم دیتے خود بھی اس پر کاربند ہوتے، کیا ہی خوب انسان تھے کہ انہوں نے لوگوں کے مال و دولت، جاہ و حشمت سے بے نیازی اختیار کی اور دنیا والوں کا یہ حال تھا کہ وہ دین حاصل کرنے کیلئے امام حسن بصری کے محتاج تھے۔''

۱۰۔ (قال عبد الله بن أحمد بن حنبلؒ لأبيه أی رجل كان الشافعیؒ؟ فانی سمعتک تكثر من الدعاء له! فقال له يا بنی كان الشافعی كالشمس للدنيا و كالعافية للبدن هل لهذين من خلف أو عنهما من عوض؟) ''ایک دفعہ عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ نے اپنے باپ سے کہا کہ امام شافعیؒ کون تھے؟ میں نے بارہا آپ کو ان کیلئے دعا کرتے ہوئے سنا ہے انہوں نے جواب میں کہا کہ اے ہمارے بچے! امام شافعیؒ کی مثال یوں سمجھو جیسے سورج دنیا کیلئے اور صحت و عافیت بدن کیلئے کیا ان دونوں کا عوض اور بدل کوئی دوسری چیز ہوسکتی ہے۔''

ہر چند یہ حکیمانہ جواہرات ہیں جو قرآن مجید، حدیث اور سلف صالحین کے اقوال سے پیش کئے گئے ہیں۔ان سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ایک عالم کے فرائض کیا ہیں اور اس کے اخلاق کیسے ہونے چاہئیں۔اس کے اور اللہ کے درمیان، اس کے اور لوگوں کے درمیان کس نوعیت کا تعلق ہونا ضروری ہے۔ایک عالم کے فرائض کا مختصر طور پر یوں تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔

علماء حق کے اہم فرائض: ا۔شریعت کو سمجھنا ۲۔شریعت کو باطل پرستوں کی تحریف و ترمیم سے محفوظ رکھنا۔

عالم کے اخلاق کے بارے میں چند بنیادی باتیں یہ ہیں:

علماء حق کے اخلاق: ا۔اللہ تعالیٰ کی خشیت ۲۔عوام پر شفقت ۳۔ حکام وقت سے نیکی میں تعاون اور برائی پر اخلاص اور خیر خواہی سے بھرپور بے غرض نصیحت ۔۴۔دین سے باغی اور سرکش لوگوں کی راہ میں مزاحمت ۵۔نفسانی خواہش اور دنیاوی لذتوں سے بے نیازی ۶۔ معاملات کے بارے میں بیدار مغزی اور حکیمانہ سوجھ بوجھ ۷۔اللہ کی راہ میں کسی خطرے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے قربانی اور فداکاری کا مظاہرہ۔صحابہؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد قریبی زمانوں میں علماء دین میں یہ صفات نمایاں رہی ہیں اسی بناء پر وہ بھلائیوں کے سرچشمہ، ہدایت کے روشن چراغ اور صراط مستقیم کے رہنما قرار پائے ان کا حال وہی تھا جس کا ذکر امام احمدؒ نے امام شافعیؒ کے بارے میں کیا ہے یعنی دنیا کیلئے سورج کی طرح اور بدن کیلئے صحت و عافیت کی مانند، یہ مقام ان کو امت میں اس لئے حاصل ہوا کہ ان کے ظاہر و باطن میں یکسانی تھی جیسا کہ خالد بن صفوانؒ نے حسن بصریؒ کے بارے میں کہا تھا جس کا ذکر سابقہ صفحات میں ہوچکا ہے۔

علماء حق کی ضرورت: مسلمانوں کو علماء حق کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے جب کہ (ا) دین سے بے خبری عام ہوجائے۔(۲) معاشرے میں دین کے خلاف بغاوت کے جراثیم پھیل جائیں۔پہلی صورت میں علماء دین حق کی ترجمانی کرتے ہوئے شکوک وشبہات کے پردے چاک کرتے ہیں اور تہمتوں اور افتراپردازیوں کو جڑ سے اکھاڑ

پھینکتے ہیں۔ دوسری صورت میں وہ سچائی کے علمبردار بن جاتے ہیں ہر چیز کو اس کے محل پر رکھتے ہیں وہ نہ کسی کمزور پر ظلم برداشت کر سکتے ہیں اور نہ کسی بے کس نادار کی ذلت و رسوائی ان کے جیتے جی ہو سکتی ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے عوام کو نہ تو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے اور نہ کوئی سرکش خدائی کا مقام پا سکتا ہے پھر وہ اپنی دانائی کی وجہ سے بے عقلوں کو عقل کی راہ دکھاتے ہیں اور اپنی ایمانی قوت سے سرکشوں کی رعونت ختم کر ڈالتے ہیں۔ اس طرز عمل سے وہ دنیا کیلئے سورج اور لوگوں کیلئے سراپا عافیت بن جاتے ہیں۔

علماء کی پانچ قسمیں: ہم نے گزشتہ مقالات میں اجتماعی اخلاق کے بارے میں گفتگو کی ہے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت ہی احتیاط کے ساتھ ہم اس بات کی وضاحت بھی کر دیں کہ موجودہ دور میں علماء کے اخلاق کس نوعیت کے ہیں اور موجودہ دور کی مشکلات و مصائب میں ان کی کیا حیثیت ہے۔ ساتھ ہی اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ وہ کون سی صفات ہیں جن کی بناء پر وہ رسول اللہ ﷺ صحابہؓ اور سلف صالحین کے قریب یا بعید ہو سکتے ہیں علماء کے حالات کو دیکھتے ہوئے اگر ہم ان کی پانچ قسمیں قرار دیں تو نامناسب نہ ہوگا۔

گوشہ گیر علماء: ایسے نیک متقی علماء جن کی عابدانہ اور عالمانہ حیثیت ہر قسم کے شبہے سے بالاتر ہے۔ وہ دنیا کے ہنگاموں سے کٹ کر گوشہ گیر ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ مسلمانوں کی روزمرہ کی عملی مشکلات سے وہ بالکل بے خبر ہیں۔ ان حضرات کو ان علماء سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو گزشتہ آخری صدی میں پائے جاتے تھے۔ ان کے ایک قسم کا راہبانہ سلبی تصوف غالب آ گیا تھا ان کا یہ خیال تھا کہ دنیا کے معاملات سے بے تعلق رہنے ہی سے ابدی نجات حاصل ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب میسر آ سکتا ہے۔ اس نظریے کا نتیجہ یہ نکلا کہ عام مسلمان ظالموں اور سرکشوں کا تر لقمہ بن گئے ظاہر ہے کہ علماء نے اپنا فرض بھلا دیا یعنی مسلمانوں کے حقوق اور ان کی عزت و ناموس اور دینی بنیادوں کے تحفظ سے بالکل بے تعلق ہو گئے تو ان حالات میں خود غرض لوگوں نے زمین کو فساد سے بھر دیا اور کوئی ایسا نہ رہا جو انہیں کلمہ حق سناتا، فلاح و سعادت کی طرف دعوت دیتا اور ان کو ظلم و ستم کے انجام سے ڈراتا۔ جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے ان کی پیروی ہی آج یہ لوگ کر رہے ہیں۔

معلوم نہیں کیا ان کو اپنے گوشہ تنہائی میں وہ فرض بھی یاد رہتا ہے جو نصیحت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر لازم کیا ہے یا ان کے سامنے صرف وہ حدیثیں رہ گئی ہیں جو گوشہ نشینی پر ابھارتی ہیں۔ ان روایات کا زیادہ تر ذخیرہ من گھڑت ہے۔ جو روایات ان میں سے صحیح بھی ہیں ان کی ایسی تشریح آسانی سے ہو سکتی ہے جس کی روشنی میں شریعت کی بنیادوں سے ان کا تصادم نہیں ہو سکتا مجھے معلوم نہیں یہ حضرات قرآن کی اس آیت کے کیا معنی لیتے ہیں۔

امر بالمعروف کا فریضہ: ﴿ولتکن منکم أمة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر وأولئک ھم المفلحون﴾ [آل عمران:۱۰۴] ''تم سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو تمہیں خیر کی طرف بلائے، بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔'' آخر اس اہم ذمہ داری کا بوجھ کون اٹھائے گا اگر علماء دنیا سے الگ ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھول گئے ہیں: (أفضل الجھاد کلمة حق عند سلطان جائر) [مسند احمد، طبرانی، ابن ماجہ] ''یعنی کجرو اقتدار کے مقابلے میں کلمہ حق کا اعلان اعلیٰ ترین جہاد ہے۔''

نفلی عبادت اور تبلیغ دین: واضح رہے اسلام کا تحفظ دینی تعلیمات کی اشاعت، نصیحت اور تبلیغ کی ذمہ داریوں کو اپنے سر لینا نفلی عبادتوں سے اللہ کے ہاں زیادہ افضل ہے۔ پرانے دور کے مسلمان اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے اسی لئے وہ لوگوں سے کٹ کر عبادت کیلئے گوشہ گیر نہیں ہوتے تھے حالانکہ ان کے زمانے میں نیکی زیادہ تھی اور برائی کم۔ تو بتایا جائے کہ اس زمانے میں کون سا طرز عمل مفید ہوگا جب کہ خیر پر شر غالب ہوگیا اور اور کفر وضلالت کے فتنے بھڑک اٹھے ہیں۔ اب تو بدرجہ اولیٰ اہل علم کو اپنی خلوتوں سے نکل کر عوام کی اصلاح میں لگ جانا چاہیے۔

شہاب بن عبداللہ الخولانی کا بیان ہے کہ یعلی بن امیہ کے ایک ساتھی سعد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: لوٹ جاؤ، حق پر عمل کرنا جہاد ہے۔ [کتاب الأموال۔ ابوعبیدہ: ۵۹۷] یہ حضرت عمرؓ کا قول اس عالم کے بارے میں ہے جو گھر سے جہاد کیلئے نکلا تھا اب بتائیے ان کی حیثیت کیا رہ جائے گی جو لوگوں سے بے تعلق ہو کر راحت و عافیت کو مصیبت پر، سکون واطمینان کو جہاد پر اور خاموشی کو حق گوئی پر مقدم رکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ حق پر عمل جہاد سے بہتر ہے محض اٹکل سے نہیں کہا گیا انہوں نے ضرور رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوگا یا اسلامی شریعت سے استنباط کیا ہوگا۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ عہد نبویؐ میں ہم ایک مرتبہ جہاد کیلئے نکلے۔ ہمارا گزر ایسی گھاٹی پر سے ہوا جہاں صاف شفاف پانی رواں تھا۔ ہمارے ایک ساتھی نے کہا: کاش میں دنیا سے الگ ہو کر اس گھاٹی میں مقیم ہو جاتا لیکن رسول اللہ ﷺ سے دریافت کئے بغیر میں ایسا نہیں کروں گا۔ جب اس نے آپؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے اس ارادے سے باز رکھتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے کھڑا ہونا گھر میں رہ کر ستر سال کی (نفلی) عبادت سے بہتر ہے۔ کاش ہمارے گوشہ گیر علمائے شریعت مذکورہ بالا حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی روش کو بدل ڈالتے اور ملت کی خیر خواہی کا حق ادا کرنے کیلئے دنیا کے میدان کارزار میں اتر پڑتے۔ علماء کا وہ گروہ جو اسلام کا وفادار بھی ہے اسلام کے بارے میں غیرت وحمیت بھی رکھتا ہے لیکن وہ ایسے پاکیزہ دل اور صاف باطن ہیں کہ جو کوئی بھی ان کا ہاتھ چوم کر یا گھر پر بلا کر یا مجلس میں حاضر ہو کر ان کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو وہ اسے دینداری کی سند دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ ہم نے کتنے ایسے افراد دیکھے ہیں جو ان سادہ لوح اہل علم کو دھوکہ دے کر

اسمبلیوں میں پہنچ گئے اور بڑے بڑے سرکاری مناصب پر قابض ہو گئے۔ انتخابات میں اس قسم کے خودغرض لوگوں کیلئے ان علماء نے دعائیں کیں مساجد اور عام جلسوں میں ان کیلئے ووٹ مانگے اور ان کی مدح وثنا میں آسمان اور زمین کے قلابے ملا دیئے حالانکہ یہ لوگ دین سے کوسوں دور ہیں۔ اسلامی سیرت کا شائبہ تک بھی ان میں نہیں پایا جاتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنی سیرت وکردار کے لحاظ سے اسلام کے دشمنوں سے زیادہ قریب ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس گروہ کے غلبے سے مسلم معاشرے کو بچایا جاتا اور اللہ کی زمین کو مفسدین کی جولانگاہ بننے سے روکا جاتا، لیکن ایسا کون کرتا، ان علماء کا تو یہ حال ہے کہ ہر اس شخص سے متاثر ہو جاتے ہیں جو ان کے ہاتھ چوم لیتا ہے ملاقات کے وقت کمر جھکا لیتا ہے اور برکت اندوزی کیلئے ان کی خدمت میں سر جھکائے بیٹھا رہتا ہے۔ سب سے زیادہ دردناک بات یہ ہے کہ علماء کا یہ گروہ اسلام کے نام پر کاروبار کرنے والوں کی تائید میں پوری گرم جوشی سے حصہ لیتا ہے اور جو واقعی دین کے خیر خواہ اور مصلح ہیں ان کی مذمت میں ان کی زبانیں وقف ہو جاتی ہیں اور ان کو بے دین بلکہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ یہ دین کے پیشہ ور تاجر اس گروہ کے نزدیک نیک اور متقی شمار ہوتے ہیں اور جو لوگ دین کی حفاظت میں جان کی بازی لگا رہے ہیں ان پر الحاد اور دین سے خارج ہونے کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے یہ جو کچھ بھی ہم بیان کر رہے ہیں یہ ہماری آنکھوں دیکھی باتیں ہیں اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہے۔ اصلاح کے علمبردار جو ان کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ابھی اللہ کے فضل سے زندہ ہیں اور اپنے کام میں مشغول ہیں لیکن جن کو انہوں نے اپنی تائید سے لوگوں کے سروں پر مسلط کر دیا ہے وہ برابر اپنے جابرانہ کاموں میں مشغول ہو کر زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ پر رحم فرمائے کیا خوب کہہ گئے ہیں کہ نہ میں فریبی ہوں اور نہ کسی فریب کار کے دھوکے میں آ سکتا ہوں۔ اسی طرح امام مالکؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ میرے بعض اساتذہ ایسے ہیں ان کے ذریعے سے بارش طلب کی جاتی ہے لیکن میں ان کی حدیث قبول نہیں کرتا کیونکہ یہ لوگ اپنی سادہ دلی سے صحیح اور غلط روایت میں تمیز نہیں کرتے۔ سوچنا چاہیے کہ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کیا ہے۔ کیا اس قسم کے افراد کو کھلی چھٹی دے دی جائے کہ جس طرح چاہیں ان کے معاملات میں دخل دیں جو شخص مذکورہ بالا گروہ کی تائید کرتا ہے وہ حقیقت میں اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے اور ان سے برسر پیکار ہے۔

مزاجِ دین سے ناآشنا علماء: علماء کا ایک گروہ وہ ہے جو دین کے بارے میں غیرت وحمیت سے مالا مال ہے بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے لیکن وہ شریعت کی روح اور اس کے اجتماعی مزاج سے ناآشنا ہے آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ نماز، روزے اور دینی شعائر کا خوب احترام کریں گے لیکن ان کے علاوہ دوسرے مقاصد شریعت سے بالکل ہی بے تعلق نظر آئیں گے انہیں اس بات کی فکر نہیں ہوگی کہ یہ نماز حقیقت میں لوگوں کو بہترین اخلاق اور اعلیٰ ترین کردار سکھاتی ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے: ﴿ان الصلوة تنهٰى عن الفحشاء والمنكر﴾

[العنکبوت:۴۵] ''یعنی نماز بے حیائی اور گناہ سے روکتی ہے۔'' لیکن یہ لوگ نماز کے صرف ظاہری آداب کا اہتمام کرتے ہیں اوراس کی روح سے بے خبر ہیں تم دیکھو گے کہ اگر ایک شخص مسجد میں نماز پڑھتا ہے اذان سن کر وہ مسجد کی طرف جھپٹتا ہے اس گروہ کے نزدیک ایسا شخص ان کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرلے گا خواہ وہ سودخور ہو، لوگوں کا مال لوٹنے والا ہو، مظلوموں کا حق تلف کرنے والا ہو اور محنت کاروں کی محنت سے بے جا فائدہ اٹھا رہا ہو یہ لوگ اس سے اس لئے خوش ہو جاتے ہیں کہ وہ روزے دار ہے اور علماء کا احترام کرتا ہے حالانکہ اس کی سفا کی ضرب المثل ہے اور لوگوں کی عزت وناموس پر حملہ کرنے کی داستانیں علاقے بھر میں مشہور ومعروف ہیں گویا یہ شخص اپنی دھوکہ بازی کیلئے ظاہری دیانت داری کو آڑ بنانا چاہتا ہے یا وہ سمجھتا ہے کہ یہ بڑے بڑے اجتماعی جرائم نماز کے ذریعے معاف ہو جائیں گے۔ کیا یہ لوگ اس حدیث کو بھول گئے ہیں جو وہ اپنے حلقہ ہائے درس میں بار بار دہراتے رہتے ہیں، ایک عورت رات کو عبادت کرتی تھی دن کو روزہ رکھتی تھی اپنے پڑوسیوں کو دکھ پہنچاتی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جہنم میں ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے ایک عورت جہنم کی اس لئے مستحق ہوگی کہ اس نے ایک بلی کو قید کر رکھا تھا نہ اسے خود کھلاتی تھی اور نہ اسے اتنی آزادی دیتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا سکے۔

انفرادی اور اجتماعی جرائم کے درمیان فرق: یہ عجیب قسم کا طرز عمل ہے کہ انفرادی لغزشوں اور گناہوں پر ان حضرات کی دینی غیرت بھڑک اٹھتی ہے مثلاً کسی کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھ لیتے ہیں تو فوراً انکار منکر کا فریضہ ادا کر دیا جاتا ہے لیکن اس حاکم کے خلاف ان کی زبان نہیں کھلتی جو رشوت خوری کا مرتکب ہے اور نہ اس مال دار کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جو زکوٰۃ جیسے اہم فریضے کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے اور نہ اس قومی نمائندے پر وہ تنقید کرتے ہیں جو قوم کے وقار اور اس کے حقوق کو پامال کر رہا ہے۔ اگر ان علماء کرام سے پوچھا جائے کہ سونے کی انگوٹھی پہننا زیادہ بڑا گناہ ہے یا لوگوں کے مال و دولت پر ناجائز دست درازی، قوم سے غداری اور مزدوروں، کسانوں پر ظلم و زیادتی کا جرم بڑھا ہوا ہے؟ اس سوال کے جواب میں ان کو لازماً یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ وہ اجتماعی برائیاں جن کا تعلق معاشرے کے حقوق سے ہے وہ انفرادی گناہوں سے اللہ کے ہاں زیادہ سزا کی مستحق ہیں۔ ظاہر بات ہے انفرادی گناہوں سے ایک فرد کو نقصان پہنچتا ہے لیکن اجتماعی جرائم سے پورا معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ پھر افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ یہ حضرات جزئیات اور شاخوں پر زیادہ زور دیتے ہیں لیکن امت کے بنیادی مسائل کی انہیں کوئی خبر نہیں ہوتی۔ اس ذہنیت کے ساتھ ساتھ نصوص شریعت کے سمجھنے میں یہ لوگ بالکل جامد ہیں، فقہی اور عملی مسائل میں ان کا زیادہ تر تکیہ متأخرین علماء کی کتابوں پر ہے۔ ان کتابوں کے بارے میں کسی بحث و گفتگو یا تبدیلی کو گوارا نہیں کر سکتے گویا یہ اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہیں۔ ان کتابوں کا ایک حرف یا ایک شوشہ بھی بدلنے کیلئے تیار نہیں ہیں خواہ عرف عام میں تبدیلی آ جائے۔ امت کی مصالح تغیر کا تقاضا کرتی ہوں اور زمانے کے انقلابات نے آج کے اور کل کے حالات میں خواہ کتنی

تبدیلیاں کر دی ہوں۔ اگر ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ غور وفکر سے کام لیتے ہوئے متاخرین کے فتووں کو شریعت کی روشنی میں جانچو تو وہ چیخ اٹھتے ہیں اچھا آپ ہم سے اجتہاد کا مطالبہ کرتے ہیں، اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی طرح مجتہد بن جائیں لیکن یہ ضرور چاہتے ہیں کہ اللہ کی شریعت کے بارے میں فہم وتفکر اور گہرے غور وفکر سے کام لیں اور شریعت کے مقاصد اچھی طرح سمجھیں۔ چند فقہی مسائل کو رٹ لینے سے انسان فقیہ نہیں بن جاتا۔ ان کو سمجھنا چاہیے کہ وہ قدیم دور میں زندگی نہیں گزار رہے بلکہ نئے دور سے ان کو سابقہ پیش آیا ہے۔ انہیں اپنی قوم کے عادات وخصائل اور ملکی حالات وانقلابات کو سمجھنا چاہیے۔

اجتہادی احکام میں تبدیلی: عوام سے قبل علماء کو اس کی خبر ہونی چاہیے کہ شریعت کے وہ احکام جن کی بنیاد عرف عام اور مصالح پر ہوتی ہے وہ انقلابات زمانہ سے بدلتے رہتے ہیں۔ فقہ کے بہت سے احکام اجتہادی اور استنباطی ہیں اس لئے ان کی تبدیلی سے ان حضرات کو ناک بھوں نہیں چڑھانا چاہیے جو خود ہمیں پڑھایا کرتے تھے کہ زمانے کے تغیرات سے احکام میں تغیر ہوسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے نزدیک بہت سے مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر کی بنیاد عرف عام، رسم ورواج اور قومی عادات پر ہے نہ کہ کسی شرعی نص یا دلیل پر۔ یہ اختلاف اس وقت برداشت کیا گیا جبکہ استاذ اور شاگرد ایک ہی زمانے میں تھے تو اب جبکہ سینکڑوں سالوں کا فرق ہے ماضی کے فقہاء سے اختلاف کیوں کرنا جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان علماء کے گروہ میں کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو سنتوں اور مستحبات پر تو بہت زور دیتے ہیں لیکن فرائض ومحرمات کی ان کو پرواہ نہیں ہوتی۔ نوجوانوں کو دیکھ کر یہ لوگ ڈاڑھی منڈوانے اور سر کے بال آراستہ کرنے پر خوب نوک جھوک کرتے ہیں لیکن ان کے عقائد کی اصلاح سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اگر کوئی نوجوان قسمت کا مارا دینی جذبہ لے کر ان کی مجلس میں پہنچ جاتا ہے تو سب سے پہلے وہ یہی نصیحت فرمائیں گے کہ ڈاڑھی بڑھاؤ اور اپنے بال پراگندہ رکھو اور لوگوں سے الگ ہو کر کسی مسجد یا خانقاہ میں پناہ لیتے ہوئے ذکر واذکار وظائف میں مشغول ہو جاؤ۔ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ ڈاڑھی رکھنا، مساجد میں اول وقت پہنچنا، ذکر واذکار میں مشغول رہنا اسلامی آداب و سنن میں سے ہیں، مجھے افسوس اس بات پر ہے کہ یہ لوگ اس حرکت اور عمل کے زمانے میں انتہائی جمود کا شکار ہو گئے یہ سلبی روحانیت اور شدید قسم کی مذہبیت کے ذریعے آج کے نوجوانوں کو راہ راست پر نہیں لاسکتے۔ ہوسکتا ہے کہ شروع میں وہ غلو پسندانہ دینداری کے شکار ہو جائیں لیکن بہت جلد اس کے شدید ردعمل سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم نے خود ایسے نوجوانوں کا مشاہدہ کیا ہے جو اپنی جوانی کے ابتدائی دور میں جامد سلبی روحانیت کے بھنور میں پھنس گئے تھے لیکن پھر انہوں نے ایسا پلٹا کھایا کہ وہ فسق وفجور کی آخری حد تک پہنچ گئے اور اسلامی تعلیمات اور اس کے بہترین آداب وقوانین سے بیزاری کا اظہار ان کا شیوہ بن گیا۔ (جاری ہے۔)